ظہیر احمد تاج

تلمیح دلکش اور فکر جمیل کا شاعر

جمیل عثمان

ظہیر احمد تاج 1914 میں پیدا ہوئے، جس سال جنگ عظیم اول کا آغاز ہوا - ہندوستان میں ابھی آزادی کی تحریک نے زور نہیں پکڑا تھا مگر سر سید، علامہ اقبال، مولانا محمد علی جوہر، حالی، شبلی، اور قائد اعظم محمد علی جناح جیسے اکابرین میدان عمل میں اتر چکے تھے - دوسری طرف ادب کے میدان میں بھی بے شمار تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں - تاج صاحب کی نوجوانی کے زمانے میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہو چکا تھا - مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا حالی گل و بلبل کی داستانیں چھوڑ کر نیچر سے متعلق شاعری کرنے لگے تھے- سر سید کی علمی تحریک بھی اپنے شباب پر تھی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مسلمانوں کی تعلیم میں ایک اہم کردار ادا کر رہی تھی -

ایسے میں ظہیر احمد تاج شاعری کے میدان میں داخل ہوتے ہیں اور اپنے کلام تازہ سے اردو دانوں کو چونکا دیتے ہیں - اور جیسا کہ انہوں نے خود کہا ہے:

اقلیم شعر کی کبھی خواہش نہ تھی ہمیں
خود دولت سخن کو ضرورت تھی تاج کی

تاج کی شاعری پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، دردمند دل، اور گہری فکر رکھنے والے انسان تھے - امت مسلمہ کا درد، اسلام کی حقانیت کا ادراک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی - تاج کا علمی سفر 1933 میں رسالہ نونہال لاہور سے شروع ہوتا ہے اور پھر علم و آگہی کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے - ان کی علمی صلاحیت اور قابلیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جو ان کی کتابیں پڑھیں اور سمجھیں - ان کے کلام میں زندگی کے تمام رخ مل جاتے ہیں -

تاج ہے انداز میرا ترجمان زندگی
کتنے ہی احساس ابھرے ہیں مرے اشعار میں

تاج کا شعری سفر جو "سوز و نم" کی اشاعت سے شروع ہوا تھا، ارتقا کی منزلوں کی طرف گامزن رہا- دوسرے مجموعہ کلام "دست گوہربار" میں تاج کی فکر اور مشاہدے کی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے - اور تیسرے دیوان "اوراق گل" میں ہمیں تاج فن کی بلندیوں پر نظر آتے ہیں - ان کا عمیق مطالعہ، باریک بیں مشاہدہ اور ایک عمر کا تجربہ اس کتاب میں بولتا ہے - تاج کی شاعری اس زمانے کا عکس ہے - ان کا دل اسلام، پاکستان اور مسلمانوں کی محبت سے لبریز ہے - جب 1958 کا انقلاب آتا ہے تو وہ ایک محب وطن پاکستانی کی طرح خوش ہو جاتے ہیں اور ملک کی ترقی و خوشحالی کے خواب دیکھنے لگتے ہیں :

اے خوشا اک صبح نو کا آفتاب
ارض پاکستاں پہ لایا انقلاب

لیکن یہی انقلاب جب ناکام ثابت ہوتا ہے اور وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتا تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں - نظم "مارشل لاء کے بعد" اس کا آئینہ دار ہے -

فکر ایوبی کی تعبیروں کو دیکھ
قوم کی برعکس تدبیروں کو دیکھ
ظلمتوں میں گھر گیا پھر آفتاب
مطلع اسلام پر چھایا سحاب

تاج اپنے دور کے شاعروں سے سخت نالاں ہیں - وہ حسن و عشق اور گل و بلبل کے قصوں سے اکتائے ہوئے ہیں - شاعری میں ہجر و وصال، بادہ و مینا، اور پیار و محبت کے قصوں سے وہ تنگ ہیں - ان کا کہنا ہے: "اخلاقی ذمائم اور منکرات جنہیں دین و شریعت نے ایمان دشمن، گناہ اور حرام قرار دیا ہے اور جنہیں اطبا نے صحت و اخلاق کے لئے سخت نقصان رساں کہا ہے، مثلاً شیطانی خیالات،
شراب (صہبا)، اور اس کے لوازمات، جوا (قمار)، جنون، سودا، رقابت، عداوت، مایوسی، غیبت، جھوٹ، تصنع، فریب وغیرہ وغیرہ کی اصطلاحات کا شاعری میں بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے -" ان کا خیال ہے کہ اردو شاعری میں محترم اصطلاح کا مزاق اڑایا گیا ہے جبکہ لائق سزا محرمات کی تعریف کی گئی ہے - اور اسی وجہ سے اقوام عالم میں اردو شاعری کو اعلیٰ مقام نہیں مل سکا - اردو کے شعرا کے بارے میں تاج کا یہ شعر دیکھئے:

زمانہ ان کا دشمن ہے، فلک کو ان سے اک کد ہے
ہمارے شاعران خود نگر کے وہم کی حد ہے

ظہیر احمد تاج ایک وسیع المطالعہ شاعر تھے - اردو کے تمام شعرا کا انہوں نے بہ نظر غائر مطالعہ کیا تھا - انہوں نے نہ صرف پڑھا بلکہ ہر شاعر کے بارے میں قطعات لکھے جو ان شعرا کی ذہنی استعداد کی صحیح عکاسی کرتی ہیں - مثلاً اکبر الہ آبادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

اپنے انداز میں یکتا ہے سخنور اکبر
قوم کے حال پریشاں پہ ہے مضطر اکبر
اس نے عریاں کیے تہذیب فرنگی کے فریب
رمز ہی رمز میں کہہ جاتا ہے دفتر اکبر

اور جوش ملیح آبادی کے بارے میں تاج کہتے ہیں:

فکر و الفاظ میں جذبات سراپا ہے جوش
یعنی مواج ہواؤں کا تقاضا ہے جوش
شاعر ہند ہے اے تاج یہ مدہوش ادیب
میکدہ جھوم ہی جاتا ہے جب آتا ہے جوش

تاج کے کلام کے اتنے رنگ ہیں کہ ہر صفحے پر ایک نیا رنگ نظر آتا ہے - کہیں محبت، کہیں سیاست، کہیں شکایت، کہیں ولایت، اور کہیں عبادت- کہیں وہ ناصح ہیں، کہیں صوفی، کہیں ناقد تو کہیں مصلح - ان کی نظم داستاں در داستاں اس کی مثال ہے -

جیسا کہ میں نے اوپر کہا، تاج نہ صرف اساتذہ کا مطالہ کرتے ہیں بلکہ ان کے بارے میں رائے بھی قائم کرتے ہیں - بیشتر استاد شاعروں پر ان کے قطعات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں - اور اقبال پر تو ان کی خاص نظمیں ہیں - اپنی نظم "شاعر شرق اور رنگ زمانہ" میں انہوں نے افسوس کیا ہے کہ اقبال کی تعلیمات سے قوم فائدہ نہ اٹھا سکی اور اب تک وہ برائیاں ہم میں پائی جاتی ہیں جن سے بچنے کی اقبال نے تعلیم دی تھی -

تاج گریہ کناں ہے:

سامنے رکھ سکے نہ ہم دین کا مطمح نظر
کھوئے ہوئے ہیں مقتدی، خفتہ امام ہے ابھی

تاج کا ایک اور کارنامہ قران کریم کی آیتوں اور سورتوں کا منظوم ترجمہ ہے - ان ترجموں کو پڑھ کر ان کی قادرالکلامی کا اقرار کرنا پڑتا ہے - انہوں نے سورہ فاتحہ اور سورہ ضحیٰ کے جو منظوم ترجمے کئے ہیں وہ ان کی علمیت کا منہہ بولتا ثبوت ہیں - تاج کو فارسی پر بھی عبور تھا - نہ صرف وہ فارسی داں تھے بلکہ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے - گو کہ فارسی کا کلام تھوڑا ہے، مگر جو ہے وہ خوب ہے:

آں علم و یقیں ورثۂ آبا شدہ تاراج
اے تاج بہ بیں ملت مسلم بہ جنوں مست

تاج کو اپنی شاعری پر مکمل یقین تھا کہ وہ ایک بے مقصد شاعری نہیں کر رہے ہیں - ان کی شاعری میں ایک نہیں سینکڑوں پیغامات ہیں - محبت و اخوت، صلح و صفائی، امر با لمعروف اور نہی عن المنکر، سچائی، ایمان، خدا کا خوف، اسلام کی حقانیت، قانون فطرت، جوانی اور بڑھاپا، عشق حقیقی اور عشق

مجازی، وطنیت، مغرب پرستی، شکر نعمت، غرض کہاں تک گنواؤں - ان کے کلام میں ایک خزانہ پوشیدہ ہے - صرف محبت پر ہی انہوں نے پچاس شعر کہہ دیے - صرف دو اشعار یہاں کوٹ کروں گا:

محبت کیف و مستی کا بیاں ہے
محبت ایک رنگیں داستاں ہے
محبت جان ہستی، روح مستی
محبت کیف بخش جسم و جاں ہے

اور شعر کیا ہوتا ہے یہ کوئی تاج سے سن لے - ان کی مارکتہ الآراء نظم "مقام شعر" میں گو کہ پچاس اشعار ہیں، لیکن صرف اس کا پہلا اور آخری شعر ملاحظہ ہو:

شعر ہے تصویر منظر، شعر پس منظر کی بات
شعر ہے عکاس فطرت، شعر شرح کائنات
شعر ہے انساں کی فکر و نطق و اظہار خیال
شعر ہے اے تاج حرف و ذوق و شوق و حسیات

ظہیراحمد تاج کا علم، ان کی روحانیت ان کا ایقان اور ان کا کلام ایسا نہیں ہے جس سے سرسری طور سے گزرا جا سکے - انکے علم کو کھنگالنے کی ضرورت ہے - میں ان کے بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد سے درخوست کرتا ہوں کہ ان کی زندگی، ان کی شخصیت، اور ان کے کام پر یونیورسیٹیوں میں تحقیقی مقالات اور تھیسس لکھوانے کا اہتمام کریں - ان کی شاعری اور ان کا پیغام کوچہ کوچہ اور قریہ قریہ پہنچنا چاہیے -

جمیل عثمان

ایڈیسن، نیو جرسی، امریکہ

۲۸ ستمبر ۲۰۱۸